۴۰

گزشتہ سال سے زیادہ قربانیوں کے لئے تیار ہو جاؤ

(فرمودہ یکم نومبر ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ التوبہ کے رکوع چھ کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَّاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَ جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ذَالِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ لَوْ کَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْکَ وَلٰکِنْ بَعُدَتْ عَلَیْھِمُ الشُّقَّۃُ وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَوِسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَکُمْ یُھْلِکُوْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ[1]

پھر فرمایا:۔

آج اُن واقعات پر ایک سال گزرتا ہے جو گزشتہ سال جماعت کے لئے دنیا کی نگاہوں میں تباہی کا پیغام لے کر آئے تھے۔ اور جنہوں نے غیر تو غیر اپنوں میں سے بھی کمزور دل کے لوگوں کو

گھبراہٹ میں ڈال دیا تھا اور وہ سمجھنے لگے تھے کہ جماعت کا مستقبل نہایت تاریک نظر آتا ہے۔ اِسی مقام سے، اِسی دن اور اِسی مہینہ میں گزشتہ سال میں نے جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ وہ جب تک اپنی حالت میں تبدیلی نہ کرے گی، مغربی اثر کو دور کر کے مکمل اسلامی طریق اختیار نہیں کریگی اور اس راہ کو جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ جماعتیں چل کر کامیاب ہوتی ہیں اختیار نہ کرے گی اُس وقت تک یہ مصائب اور مشکلات کسی صورت میں دُور نہ ہوں گی۔ میں نے ایک سکیم بیان کی تھی جس کے پہلے حصہ کے لئے تین سال کی میعاد مقرر کی تھی۔ اور بتایا تھا کہ یہ مصائب اور ابتلاء آنے ضروری ہیں اور جو جماعتیں ان سے گھبرا جاتی ہیں اور اپنے قدموں کو سُست کر دیتی ہیں وہ روحانی دنیا میں کبھی ترقی نہیں کرسکتیں۔ اور یہ کہ روحانی اور دُنیوی لشکروں میں فرق ہی یہ ہوتا ہے کہ دُنیوی لشکر ایک حد تک چل کر رُک جاتے ہیں لیکن روحانی لشکر جب تک اس منزل پر نہیں پہنچ جاتے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے مقدر ہوتی ہے، اپنے قدم سُست نہیں کرتے۔ اور میں نے جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ ہمارے سامنے ایک قوم، ایک ملک یا ایک مذہب کے لوگ نہیں ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سب اقوام، سب ممالک اور سب مذاہب و مِلل کی طرف مبعوث فرمایا ہے اس لئے ہمارا صرف یہ کام نہیں کہ ہندوستان کے لوگوں کو فتح کریں، چین کے لوگوں کو فتح کریں، جاپان، افغانستان یا عرب کے لوگوں کو فتح کریں۔ ایشیا، افریقہ یا جزائر کے لوگوں کو فتح کریں بلکہ ہمارے سپرد یہ کام ہے کہ دنیا کے ہر مُلک اور زمین کے ہر حصہ میں رہنے والے لوگوں کے دلوں کو فتح کریں اور ان دلوں کو صاف اور پاک کر کے خدا تعالیٰ کے قدموں میں لا ڈالیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کام کوئی معمولی کام نہیں اور معمولی قربانیاں اس کے لئے کافی نہیں ہوسکتیں۔ یہ کام نہیں ہوسکتا جب تک یہ بات ہمارے دلوں میں نقش نہ ہو جائے اور ہمارے سینوں کے اندر ایک آگ نہ لگ جائے۔ ایسی آگ جسے دنیا کی کوئی طاقت سرد نہ کر سکے اور جو ہمیں سوائے اس کے کہ ہمارا مقصد پورا ہو جائے اپنے فرض سے غافل نہ ہونے دے۔

میں نے ایک تحریک پیش کی تھی جس میں انیس مطالبات تھے ان میں سے مالی مطالبہ کے متعلق جماعت نے جو جواب دیا وہ شاندار تھا۔ میں نے ساڑھے ستائیس ہزار کا مطالبہ کیا تھا مگر وعدے ایک لاکھ آٹھ ہزار کے ہوئے جن میں سے اٹھاسی ہزار وصول ہو چکا ہے گویا بیس ہزار کے وعدے ابھی

باقی ہیں اور اسّی فیصدی رقوم وصول ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور تحریکات بھی تھیں مثلاً یہ کہ نو جوان اپنی زندگیاں پیش کریں اس کے ماتحت دو اڑھائی سَو نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ان میں سے بعض کو ہم نے کام پر لگایا اور بعض کو نہیں لگایا جا سکا۔ یہ جواب بھی گو ایسا شاندار نہ تھا جتنا ہمیں جماعت سے امید رکھنی چاہیئے مگر دوسری جماعتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت حد تک شاندار تھا۔ اس کے علاوہ کچھ تحریکیں جماعت کی اندرونی حالت کی اصلاح اور درستی کے متعلق تھیں۔ مثلاً ایک سادہ زندگی کے متعلق تھی کہ سادہ خوراک کھائیں اور سادہ لباس پہنیں۔ خوراک کے لئے ایک قانون بنا دیا گیا تھا کہ صرف ایک ہی سالن استعمال کیا جائے سوائے دعوت کے جو ایسے شخص کی طرف سے ہو کہ انکار کرنا اس کے لئے موجبِ تکلیف ہو باقی ایک نمکین اور ایک میٹھے کے سِوا دوسرا کھانا استعمال نہ کیا جائے۔ میٹھا اس واسطے رکھا تھا کہ بعض لوگوں کو اِس کی عادت ہوتی ہے اور یہ ان کے لئے کھانے کا ایک جُزو ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہ تھا کہ جنہیں روزانہ میٹھا کھانے کی عادت نہیں وہ سالن تو ایک کر دیں لیکن میٹھا زائد کر دیں۔ پھر میں نے کہا تھا کہ عورتیں کپڑے بنوانے میں احتیاط سے کام لیں۔ گوٹہ کناری کا استعمال نہ کریں، زیورات نہ بنوائیں۔ پُرانی اشیاء تلف کرنے کا میں نے حکم نہیں دیا تھا مگر آئندہ ایسے سامان جن میں اِسراف کا رنگ ہو جیسے گوٹہ کناری وغیرہ ہیں، ان سے منع کر دیا تھا پھر ضرورت سے زیادہ کپڑے بنوانے کی ممانعت کی تھی۔ ان سب چیزوں کی تفاصیل آئندہ چند خطبوں میں مَیں پھر بیان کروں گا۔ سرِ دست میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری طبیعت پر یہ اثر ہے کہ جس رنگ میں جماعت نے مالی قربانی کی ہے، اس حد تک دوسری باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ سادہ زندگی کے متعلق میں جانتا ہوں کہ ہزارہا لوگوں نے اپنے اندر تغیر پیدا کیا ہے مگر ابھی بہت ہیں جن کو اپنے اندر تغیر پیدا کرنا چاہیئے۔ بہر حال میں نے ایک اعلان کیا تھا اور جماعت نے اس کا ایسے رنگ میں جواب دیا جو دشمن کیلئے حیرت انگیز ہے مگر ہمارے لئے نہیں کیونکہ ہم نے جو کام کرنا ہے اس کے لئے بہت سی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اس سکیم کو چونکہ فِی الحال ہم نے تین سال تک چلانا ہے اس لئے آئندہ چند خطبوں میں اگر اس میں سے کسی بات میں تبدیلی کرنی ہوئی تو وہ ورنہ پھر اسی مضمون کو بیان کروں گا تا جماعت کے دوستوں کے دماغوں میں پھر سب باتیں مستحضر ہو جائیں۔ اور اس خطبہ کے ذریعہ اعلان کرتا ہوں کہ ہر جماعت جمعہ یا اتوار کے روز جیسا بھی اُس کے حالات کے مطابق مناسب

ہو اِن خطبات کو اپنے اپنے ہاں سنانے کا انتظام کرے تا سب دوست آگاہ ہو جائیں۔

یاد رکھو کہ تمہارے لئے ایک آزمائش ہے بہت بڑی آزمائش جس میں اگر تم پورے نہ اُترے تو جیسا کہ میں نے قرآن کریم کا جو رکوع ابھی پڑھا ہے اس کا آگے چل کر ترجمہ کرتے ہوئے بتاؤں گا تمہارے لئے سخت مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ یعنی ہم ایسے لوگوں کو جو ہمارے فرائض کو ادا نہیں کرتے تباہ کر کے دوسروں کو ان کی جگہ کھڑا کر دیا کرتے ہیں۔ دیکھو! انسان اور جمادات میں یہی فرق ہوتا ہے۔ انسان کے دل میں بھی کبھی آگ ہوتی ہے اور دھاتوں کو بھی آگ دی جاتی ہے۔ دونوں کو آگ ملتی ہے مگر لوہا صرف تھوڑی دیر گرم رہتا ہے اور اُسی وقت اُسے کُوٹا جا سکتا ہے جب وہ گرم ہو لیکن مؤمن انسان کا دل کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ مؤمن اور غیر مؤمن میں یہی فرق ہوتا ہے کہ غیر مؤمن جمادات کی طرح خاص موقعوں پر گرم ہوتے ہیں اور موقع کی تاک میں رہتے ہیں لیکن مؤمن کے لئے ہر وقت موقع ہوتا ہے۔ جوش کی حالت میں ہر شخص قربانی کر سکتا ہے۔ ایک منافق جس کی بُزدلی کا ذکر خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، اس کو ماں بہن کی گالی اگر کوئی دے تو وہ بھی مرنے مارنے پر تیار ہو جائے گا۔ میں کسی مؤمن کو یہ نہیں کہہ رہا کہ منافق کو گالی دے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر منافق کو جو بُزدل ہوتا ہے اگر کوئی شخص گالی دے تو وہ بُزدل ہونے کے باوجود اُس سے لڑ پڑے گا۔ ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے کہ ایڑی کے نیچے آیا ہوا کیڑا بھی کاٹ لیتا ہے پس یہ کوئی بہادری نہیں کہ کسی وقت ایڑی کے نیچے آ جانے کی وجہ سے تم کاٹ لو۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوگا کہ تمہاری غیرت کیڑے جتنی ہے مگر مؤمن کی غیرت ایسی نہیں ہوتی۔ مؤمن کی غیرت پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ وہ جن باتوں پر غیرت کھاتا ہے اُنہیں کبھی نہیں بُھلاتا۔ اگر بعد میں آنے والے مسلمان وہی غیرت رکھتے جو صحابہ کرامؓ میں تھی تو کیا یہ کبھی ممکن تھا کہ آج غیر مذاہب دنیا میں موجود ہوتے۔ لوگ کہتے ہیں مسلمان دیوانے ہیں جہاں ان کی حکومت پہنچی وہاں انہوں نے اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلایا۔ ہم اس الزام کو بالکل غلط سمجھتے ہیں ہمیں تو اُلٹا یہ شکوہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر دیوانوں کی طرح اسلام کو پھیلانے کا جوش نہ رہا۔ کاش! جو جوش صحابہ میں یا اُن کے بعد قریب کے زمانہ کے مسلمانوں میں تھا وہ بعد میں آنے والوں میں بھی ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو آج اسلام اس طرح غریب الوطنی کی حالت میں نہ ہوتا۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ وہ مذہب جس نے

ساری دنیا کو فتح کیا اور ساری دنیا پر حکومت کی ،جس کے بادشاہوں کے سامنے دوسرے بادشاہ عاجزانہ حیثیت میں پیش ہوتے تھے ۔ ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں انگلستان پر سپین نے حملہ کیا تو باوجودیکہ اُس زمانہ میں مسلمانوں کی طاقت مٹ چکی تھی بیان کیا جاتا ہے کہ ملکہ الزبتھ نے تُرکوں کو لکھا کہ میں نے سنا ہے مسلمان ،عورت کی عزت کی حفاظت کرتے ہیں میں ایک عورت ہوں اور اہل سپین نے مجھ پر حملہ کر دیا ہے کیا تُرک میری مدد نہ کریں گے؟ جس زمانہ میں بغداد کی خلافت قریباً مٹ چکی تھی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی اُس زمانہ میں فلسطین کے علاقہ میں جہاں عیسائی صلیبی جنگیں کرنے والوں نے قبضہ کیا ہوا تھا ایک مسلمان عورت پر بعض عیسائیوں نے حملہ کیا اور دست درازی کرنے لگے ۔ جب اُس کے کپڑے اُتار کر اُسے ننگا کرنے لگے تو اُس نے آواز دی کہ کوئی ہے جو بغداد کے خلیفہ کو یہ اطلاع دے کہ اِس طرح ایک مُسلم عورت کی بے حُرمتی کی جا رہی ہے ۔ اُس وقت خلافت صرف بغداد تک محدود تھی سب ریاستیں آزاد ہو چکی تھیں کسی قافلہ والے نے جس نے عورت کی یہ آواز سنی تھی بغداد پہنچ کر برسبیلِ تذکرہ کسی سے اس کا ذکر کیا۔ کسی نے جا کر خلیفہ سے بھی اس کا ذکر کر دیا ۔اُس زمانہ میں عباسی خلیفہ بالکل شاہِ شطرنج کی حیثیت رکھتا تھا مگر اُس گئے گزرے زمانہ میں بھی جب اُس نے یہ بات سُنی تو اُسے اِس قدر غیرت آئی کہ تلوار نکال کر تخت سے کُود پڑا اور چلّایا کہ میں تمہاری امداد کو ابھی آتا ہوں ، ابھی آتا ہوں ۔ چونکہ عباسی خاندان عرصہ سے حکومت کر رہا تھا اِس لئے اُن کا آزاد ریاستوں پر بھی اثر تھا کہ خلیفۂ بغداد کے اِس اعلان سے ایک آگ لگ گئی اور سب خلیفۂ بغداد کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور اُس وقت تک آرام نہیں کیا جب تک اُس عورت کو چُھڑا کر نہیں لائے ۔ مگر آج کیا ہے ایک معمولی عورت کا تو ذکر ہی نہیں ایک معزز ترین عورت کو بھی جانے دو، سب مسلمان عورتوں کی عزت کے سوال کو بھی جانے دو، ان سب سے زیادہ معزز اور مکرم اور مسلمانوں کی محبت کا مرکز جس کی عزت پر سب عزتیں قربان ہیں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ آپ کی عزت کو لے لو اس سے کیا سلوک کیا جاتا ہے ۔ آج کُھلے بندوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملے کئے جاتے ہیں مگر کوئی مسلمان نہیں جو اِن حملوں کو دور کر سکے ۔ وہ خون کے آنسو روتے ہیں ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گالیاں سُن کر ان کے دل جل جل جاتے ہیں مگر ان کے ہاتھ اور ان کے جسم مفلوج ہیں کچھ نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ ان کی کمزریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے قوتِ عملیہ چھین لی ہے ۔ یہ

حالت جو آج اسلام کی ہے اس کا کیا علاج ہوسکتا ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کون اس کا علاج کر سکتا ہے۔ اِس سے زیادہ تکلیف دہ نظارہ دنیا میں اور کیا ہوسکتا ہے۔

بچپن میں ہم ایک واقعہ کتابوں میں پڑھتے تھے اور اُسے پڑھکر آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے مگر اُس واقعہ کو اِس نظارہ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ بیسیوں نے آپ لوگوں میں سے اُس واقعہ کو پڑھا ہوگا اور اُس پر آنسو بہائے ہونگے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ رونے کی بات تو اسلام کی موجودہ حالت ہے باقی سب اس کے سامنے ہیچ ہے۔ وہ سید انشاء کا واقعہ ہے کہ ایک زمانہ تھا کہ ان کی عزت اس قدر تھی کہ لکھنو کے بادشاہ اور رؤساء کے ہاتھی آکر اُن کے دروازہ پر کھڑے رہتے تھے۔ اور جب وہ دربار میں جاتے تو ایسے ناز سے بیٹھتے کہ دیکھنے والے سمجھتے بے ادبی کر رہے ہیں۔ ان کے ایک دوست کہتے ہیں کہ میں نے ان کے عروج کا یہ زمانہ دیکھا۔ اس کے عرصہ بعد پھر میں ایک بار لکھنو آیا ایک مشاعرہ تھا، مَیں بھی وہاں پہنچا اور دیکھا کہ ایک گدڑی پوش نہایت خستہ حالت میں مجلس میں آیا اور جُوتیوں میں بیٹھ گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ قبلہ آگے آیئے۔ اِس طرح ہوتے ہوئے ان کی آمد کی اطلاع صدر نشین نوابوں اور رئیسوں تک پہنچی اور لوگ انہیں کھینچ کر صدر تک لے آئے۔ وہ صاحب کہتے ہیں میں نے ایک دوست سے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ تو اُس نے بتایا کہ یہ وہی تمہارے پُرانے دوست انشاء اللہ ہیں اور کون ہیں۔ میں بہت حیران ہؤا اور پوچھا کہ ان کی یہ حالت؟ مجھے بتایا گیا کہ جب سے بادشاہ کی نظر پھری ہے یہ حالت ہوگئی ہے۔ سید صاحب نے اپنی غزل پڑھی اور اسے وہیں پھینک کر ربودگی کی حالت میں چلے گئے۔ اِس پر میں بھی ان کے پیچھے پیچھے اُن کے مکان پر گیا۔ وہاں ہاتھی تو کُجا اب کوئی دربان بھی نہ تھا۔ میں نے آواز دی کہ کیا میں آسکتا ہوں؟ اِس پر اندر سے آواز آئی کہ بھائی! تمہیں کون جواب دے۔ میں بھی تمہاری بہن ہی ہوں آجاؤ۔ یہ سید انشاء اللہ کی بیوی تھیں۔ میں اندر گیا تو سید انشاء کو ریت کے ایک تودہ پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے پایا۔ نیچے ایک پھٹی ہوئی دری بچھی تھی یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے۔ مگر کیا اسلام کی حالت آج اس سے کم عبرتناک ہے؟ سید انشاء اللہ خان کی عزت کیا تھی؟ لکھنؤ کے ایک بادشاہ کی دی ہوئی عزت تھی مگر اسلام تو ساری دنیا کی بادشاہتوں پر غالب آگیا تھا اور سب دنیا پر چھا گیا تھا۔ پھر انشاء کا اس حالت میں بھی کوئی گھر تو تھا اور انہیں گالیاں تو نہیں دی جاتی تھیں مگر آج

اسلام کا تو کوئی گھر نہیں اور ہمارے آقا و سردار محمد مصطفٰے ﷺ کو توعَلَی الْاِعْلَان گالیاں دی جاتی ہیں مگر مسلمانوں میں طاقت نہیں کہ اِس کا ازالہ کرسکیں۔ اس حالت کا علاج ایک ہی صورت میں ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ پھر ایک آواز آسمان سے اُٹھائے جو پھر اسلام کی عزت قائم کرے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ امتِ محمدیہؐ کے دل اور ہاتھ مفلوج ہو چکے ہیں اور ان کے اندر عشق کی آگ نہیں رہی تو اُس نے اپنا مأمور بھیج دیا تا دائمی غیرت مسلمانوں کے اندر پیدا کرے۔

عارضی غیرت بھی دنیا میں بڑے بڑے کام کرا لیتی ہے جیسے بغداد کے برائے نام بادشاہ سے کرادیا مگر یہ غیرت ایمان کی علامت نہیں۔ اگر ایمانی غیرت ہوتی تو اسلام کے دن اُسی وقت پھر جاتے مگر انہوں نے عورت کو چُھڑا دیا اور پھر سو گئے۔ ایسی عارضی غیرت سے اسلام زندہ نہیں ہوسکتا۔ اسلام اُس غیرت سے زندہ ہوتا ہے جو کبھی مٹ نہ سکے۔ اُس آگ سے زندہ ہوسکتا ہے جو کبھی سرد نہ ہو سکے جب تک کہ سارے جہاں کو جلا کر راکھ نہ کر دے۔ اُس زخمی دل سے ہوسکتا ہے جو کبھی اندمال نہ پائے، اُسے وہ دیوانہ زندہ کرسکتا ہے جس کی دیوانگی پر ہزار فرزانگیاں قربان کی جاسکیں۔ یہی دیوانگی پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔ اور اسی روح کو آپ کی زندگی میں ہم نے مشاہدہ کیا۔ آپ کے اندر سوتے، جاگتے، اُٹھتے، بیٹھتے، کھاتے، پیتے، چلتے پھرتے ہم نے دیکھا کہ ایک آگ تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ محمد رسول ﷺ کی عزت کو دنیا میں دوبارہ قائم کیا جاسکے۔ آج نادان اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم ﷺ کی ہتک کی۔ مگر ہمیں تو معلوم ہے کہ آپ کو کس طرح ہر وقت آنحضرت ﷺ کی عزت قائم کرنے کی دُھن لگی رہتی تھی۔ مجھے ایک بات یاد ہے جو گو اُس وقت تو مجھے بُری ہی لگی تھی مگر آج اس میں بھی ایک لذت محسوس کرتا ہوں۔ ہمارے بڑے بھائی میرزا سلطان احمد صاحب مرحوم ایک دفعہ باہر سے یہاں آئے۔ ابھی تک اُنہوں نے بیعت کا اعلان نہیں کیا تھا۔ مَیں اُن سے ملنے گیا میرے بیٹھے بیٹھے ہی ڈاک آئی۔ اُس زمانہ میں توہینِ مذاہب کے قانون کا مسودہ تیار ہو رہا تھا۔ اس سے بات چل پڑی تو مرزا سلطان احمد صاحب کہنے لگے اچھا ہؤا بڑے مرزا صاحب فوت ہو گئے۔ (وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے) ورنہ سب سے پہلے وہ جیل جاتے کیونکہ اُنہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ کی توہین کو برداشت نہیں کرنا تھا۔ اُس وقت تو یہ بات

مجھے بُری لگی کیونکہ اس میں بے ادبی کا پہلو تھا مگر اس سے اُس محبت کا اظہار ضرور ہوتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ سے تھی۔ تو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کو دیکھا۔ آپ ایک آگ میں کھڑے تھے وہی آگ آپ نے ورثہ میں ہمیں دی ہے اور جس احمدی میں وہ آگ نہیں وہ آپ کا صحیح روحانی بیٹا نہیں۔

میں کہہ رہا تھا کہ ایک سال کا عرصہ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی گئیں اور کہا گیا کہ فرعونی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے گا۔ گالیاں تو آپکو ہمیشہ ہی دی جاتی ہیں مگر یہ آواز قادیان میں سخت گستاخی اور دل آزار طریق پر اُٹھائی گئی۔ ہمارے کانوں نے اِسے سنا اور ہمارے دلوں کو اِس نے زخمی کر دیا۔ اور جماعت میں ایک عام جوش اور اس کے نتیجہ میں کام کرنے کا ایک عام ولولہ پیدا ہو گیا مگر میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ زخم ابھی تک ہرا ہے یا مندمل ہو رہا ہے؟ جس کا زخم مندمل ہو رہا ہے وہ سمجھ لے کہ وہ اُس ایمان کو نہیں پا سکا جو کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اگر آج بھی ہرا ہے، آج بھی تم قربانی کے لئے اُسی طرح تیار ہو، آج بھی اپنی گردن آستانۂ الٰہی پر اُسی طرح کٹوانے پر آمادہ ہو تو سمجھو کہ تمہارے اندر ایمان موجود ہے۔ اچھی طرح یاد رکھو کہ ایمان جنون اور موت ایک ہی چیز ہے سوائے اس کے کہ دُنیوی جنون میں عقل ماری جاتی ہے اور صحیح مذہبی جنون میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس اپنے دلوں کو ٹٹولو اور دیکھو کہ تمہارے دل کی آگ کی وہ حالت تو نہیں جو لوہے کی ہوتی ہے۔ جب اُسے آگ میں ڈالا جاتا ہے، جب اُسے آگ سے نکالا جائے تو سرد ہو جاتا ہے۔ خدا کی محبت کی آگ ایسی نہیں کہ اس کے بغیر ایمان قائم رہ سکے۔ اس آگ میں مؤمن کا دل ہر وقت پگھلا رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کر کے بہت سی باتیں دور کر دی ہیں۔ اِسی مقام قادیان میں گو حقیقتاً اِس کی زمین میں نہیں ایک سال ہوا کہ احرار اصحابِ فیل کی طرح آئے اور ان کے صدر نے اعلان کیا کہ فرعونی تخت اُلٹ دیا جائے گا لیکن تمہاری کوشش اور محنت کے بغیر۔ آج کہاں ہے وہ تخت جس پر بیٹھ کر جماعت کے متعلق یہ الفاظ کہے گئے تھے۔

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے اور آپ لوگوں کو اچھی طرح یاد ہو گا کہ ایک دفعہ یہود نے ایران کے بادشاہ کو حضرت رسول کریم ﷺ کے خلاف خوب بھڑکایا اور کہا کہ یہ شخص اپنی حکومت قائم کر رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ عرب میں ایرانی مقبوضات آپ کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ بادشاہ ظالم

تھا اس نے بغیر تحقیقات کے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ عرب کے جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اُسے گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ گورنر یمن نے اپنے چند آدمی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج دیئے اور کہلا بھیجا کہ بے شک یہ حکم ظالمانہ ہے اور آپ نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی کہ جس سے شاہِ ایران کو غصہ پیدا ہو لیکن چونکہ وہ طاقتور بادشاہ ہے اس لئے آپ کی طرف سے انکار کی صورت میں وہ عرب کو تاخت و تاراج کر دے گا آپ آ جائیں اور میں سفارش کر دوں گا کہ آپ سے کوئی بد سلوکی نہ ہو۔ جب یہ قاصد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ پیغام دیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا ہم کل جواب دیں گے۔ دوسرے دن وہ پھر جواب کے لئے گئے مگر آپ نے پھر اگلے روز جواب دینے کو فرمایا اور اگلے روز پھر فرمایا کہ کل جواب دیں گے۔ اس طرح جب تین راتیں گزر گئیں تو ان قاصدوں نے کہا کہ ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس طرح ٹال مٹول نہ کریں گورنر یمن نے آپ کی سفارش کا وعدہ کر لیا ہے ورنہ اگر شاہِ ایران کو غصہ آ گیا تو عرب کی حیثیت ہی کیا ہے، وہ اسے بالکل تباہ کر دے گا۔ اِس پر آپ نے فرمایا سنو! اپنے گورنر سے جا کر کہہ دو کہ میرے خدا نے تمہارے خدا کو آج رات مار دیا ہے۔ انہوں نے اسے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مجذوب کی بڑ سمجھا اور خیر خواہی کے طور پر پھر نصیحت شروع کی مگر آپ نے فرمایا کہ تم جا کر یہ بات کہہ دو۔ گورنر یمن سے جا کر اُس کے نمائندوں نے جب یہ بات کہی تو اُس نے کہا کہ یہ شخص یا تو مجنون ہے یا نبی ہے، بہرحال میں انتظار کروں گا۔ چند روز کے بعد ایران کا ایک جہاز بندرگاہ پر آیا جس میں سے ایک شاہی پیغامبر اُترا اور بادشاہ کا خط گورنر کو دیا جس کی مُہر دیکھتے ہی اُس نے کہا کہ مدینہ والے شخص کی بات سچی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس پر مُہر ایک دوسرے بادشاہ کی تھی۔ خط کو کھولا تو اُس میں لکھا تھا کہ اپنے باپ کی ظالمانہ حرکات کو دیکھ کر اور یہ دیکھ کر کہ وہ ملک کی حالت کو خراب کر رہا ہے، فلاں رات ہم نے اُسے قتل کر دیا ہے اب ہم بادشاہ ہیں اس لئے ہماری اطاعت کرو۔ اور ہمارے باپ نے عرب کے ایک مدعیٔ نبوت کے متعلق ایسا ظالمانہ حکم دیا تھا، اُسے بھی ہم منسوخ کرتے ہیں [2] کیا خدا نے بالکل اِسی طرح یہاں نہیں کیا؟ وہی لوگ جو اصحابِ فیل کی طرح یہاں آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ فرعونی تخت اُلٹنے آئے ہیں جاؤ اوران سے کہہ دو کہ ہمارے خدا نے تمہارے تخت کو اُلٹ دیا ہے۔ آج تمہارے اپنے بھائی گالیاں دیتے ہیں اور تم پر پھٹکاریں ڈال رہے ہیں۔ انہی کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل کروا

دیا ہے جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے ع

اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مگر یہ جو کچھ ہؤا تمہاری وجہ سے نہیں ہؤا اور نہ ہی اِس سے تمہیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ حملہ میں کمی آ گئی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے مخالفتوں کے طوفان یکدم نہیں آیا کرتے بلکہ طوفان کے ہر جھونکے کے بعد وقفہ ہوتا ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ خدا کے کام ہیں تو چاہیئے کہ اپنے اخلاص اور قربانی میں ترقی کرو اور آگے بڑھو جنہوں نے پہلے کوئی کمی کی ہے، وہ اسے پورا کریں اور جنہوں نے پہلے پورا کیا ہے وہ اضافہ کریں۔ اور اُس وقت تک چین نہ لیں جب تک خدا کا وعدہ پورا نہ ہو۔ اور یہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ خدا کا وعدہ تم میں سے اکثر کی زندگیوں میں پورا ہونے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ یہ ہے کہ اسلام سب دنیا میں پھیل جائے گا، سب حکومتیں اسلامی ہوں گی اور غیر مُسلم اس طرح دنیا میں رہ جائیں گے جس طرح آج چھوٹی غیر متمدن اقوام مثلاً گونڈ بھیل وغیرہ۔ ان عظیم الشان تغیرات کے لئے کہ کُفر کو ایمان سے، نِفاق کو جُرأت سے، جہالت کو علم سے اور بد دیانتی کو دیانت سے بدل دیا جائے۔ ایک لمبے عرصہ اور متواتر قربانیوں کی ضرورت ہے۔ دَلائل سے دلوں میں اسلام کی عظمت قائم کرنا معمولی کام نہیں اور یہ کام ایک نسل کا نہیں ہوسکتا۔ تمہارے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ اِس کی بنیاد رکھوا رہا ہے۔ اور اصل عزت اُس وقت قبول کرنے والوں کی ہوتی ہے جب لوگ قبول کرنے سے ڈرتے ہیں۔ دنیا میں قاعدہ ہے کہ جو لوگ تجارتی کمپنیاں جاری کرتے ہیں، ان کو زیادہ حقوق دیئے جاتے ہیں اور بعض کمپنیاں تو کام شروع کرنے والوں کو چند ماہ کی کوشش کے صلہ میں لاکھوں کے حصے مُفت دے دیتی ہیں کیونکہ انہوں نے اس وقت کام میں ہاتھ ڈالا جب لوگ گھاٹے سے ڈرتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی تمہاری وقعت زیادہ ہے مگر ضرورت ہے کہ تمہاری قربانیاں مسلسل ہوں۔ جھٹکے والی قربانی نہ ہو۔ ایسی قربانیاں تو ادنیٰ درجہ کا کیڑا اور جاہل انسان بھی کر لیتا ہے مؤمن کا یہ کام ہے کہ وہ رات دن ایک دُھن کے ماتحت چلتا جاتا ہے۔ مخالفت ہو یا نہ ہو، وہ اپنے کام کو نہیں بُھولتا۔ یہ چیز تمہارے اندر ہونی چاہیئے اور تمہیں دم نہیں لینا چاہیئے جب تک کہ فتح نصیب نہ ہو۔ جس کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ تم میں سے اکثر کی زندگی میں نہیں ہوگی گویا اِس دنیا میں ہمارے لئے آرام کا کوئی مقام نہیں ہم اپنے بوجھ اپنے آقا کے دربار میں جا کر ہی اُتاریں گے

اور جو یہاں اُتارنا چاہتا ہے، اُسے اِس میدان میں قدم رکھنے کی ضرورت نہیں۔

اِس ضمن میں ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس طوفان کے زمانہ میں حکومت کے بعض افسروں کی جہالت کی وجہ سے حکومت بھی ہماری مخالفت پر کمربستہ ہوگئی تھی اور بعض افسروں کو جس طرح کھجلی ہوتی ہے کوئی خیال پیدا ہوا اور وہ خواہ مخواہ ایک وفادار جماعت کے خلاف شرارتیں کرنے لگے۔ اب حکومت کے رویہ میں مَیں اگرچہ ایک نیک تغیر دیکھتا ہوں مگر یہ تغیر ابھی تک حقیقت کو نہیں پہنچا نہ حکومت محسوس کرتی ہے کہ ماتحتوں نے غلطیاں کی ہیں مگر وہ کوئی گرفت نہیں کرنا چاہتی۔ حالانکہ دیانت داری کا تقاضا ہے کہ ایسے افسروں کو سزا دی جائے جن سے قصور ہوا ہو حکومت کی عزت اسی میں ہے۔ بہرحال حکومت نے غلطی کی اور میں کہوں گا اب تک غلطی کر رہی ہے کیونکہ جن افسروں نے سلسلہ احمدیہ کے وقار کو مٹانے کے لئے کارروائیاں کیں اُن کے خلاف وہ کوئی کارروائی نہیں کر رہی۔ احرار نے سمجھا تھا کہ یہ بھی شاید کوئی روپیہ بٹورنے والی جماعت ہے اور ہماری طرح اِس کے بھی بعض لیڈر ہوں گے۔ اور حکومت نے بھی خیال کیا کہ یہ ایک چھوٹی سی جماعت ہے اس کے حقوق کی نگہداشت کی کیا ضرورت ہے۔ مگر ہم نے احرار کو بھی کچھ نہیں کہا خدا نے ہی ان کو سزا دی ہے اور اگر حکومت اپنے ان افسروں کو سزا نہیں دے گی تو خدا تعالیٰ ان افسروں کو سزا دے گا۔ بے شک برطانوی حکومت کا ہاتھ بہت وسیع ہے مگر ہمارے خدا کا ہاتھ اس سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ حکومت یہ مت خیال کرے کہ ان معاملات کو دبایا اور ہمیں ڈرایا جا سکتا ہے یا لالچ دی جا سکتی ہے۔ ہتک ہماری نہیں بلکہ خدا کے سلسلہ کی، کی گئی ہے اور جو کام ہم نہیں کر سکتے اسے ہمارا خدا کر سکتا ہے۔ اس لئے ہم نہ قتل سے ڈرتے ہیں نہ پھانسی سے اور نہ دیگر سزاؤں سے۔ حکومت یہ خیال بھی نہ کرے کہ لمبے عرصہ کے بعد ہم ان باتوں کو بھول جائیں گے۔ ہمارے دلوں میں بُغض نہیں مگر ہمارا خدا اپنے دین اور اپنی جماعت کی ہتک کو توبہ کے بغیر معاف نہیں کیا کرتا۔ ہم حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور یہ چیز ہمارے مذہب کی تعلیم کے خلاف ہے لیکن خدا کی غیرت بھی وہیں جوش میں آیا کرتی ہے جب وہ بندے کے ہاتھ باندھ دیتا ہے۔ جہاں وہ خود مقابلہ کی اجازت دیتا ہے وہاں خود چُپ رہتا ہے لیکن جب ہاتھ روکتا ہے تو پھر خود اس کا انتقام لیتا ہے۔

رسول کریم ﷺ ایک دفعہ کسی مجلس میں بیٹھے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی تھے کہ ایک شخص آیا

اور آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابوبکرؓ کو گالیاں دینے لگا۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوبکرؓ کو بھی غصہ آ گیا اور انہوں نے کوئی جواب دیا۔ اِس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر! جب تم خاموش تھے خدا کہہ رہا تھا کہ یہ میرا بندہ مظلوم ہے، میں نے اس کی زبان روکی ہوئی ہے اس لئے فرشتے جواب دے رہے تھے مگر اب تم بولے تو فرشتے خاموش ہو گئے۔ تو جہاں خدا بندے کو روکتا ہے وہاں خود انتقام لیتا ہے۔ ہوسکتا ہے حکومت کے بعض افسر دہریہ ہوں یا بعض دہریہ تو نہ ہوں مگر زندہ خدا کے قائل نہ ہوں۔ یا بعض زندہ خدا کے قائل تو ہوں مگر یہ نہ مانتے ہوں کہ اس کا اسلام سے تعلق ہے۔ یا بعض اس کا تعلق اسلام سے تو سمجھتے ہوں مگر یہ نہ مانتے ہوں کہ آج احمدیت ہی اسلام کا صحیح نقشہ پیش کر رہی ہے۔ لیکن ان کے خیالات سے خدا کی قدرتوں میں فرق نہیں آ سکتا۔ اس کی قدرتیں ظاہر ہوں گی اور ضرور ہونگی۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے محتاج نہیں اور مجھے اس امر کی حاجت نہیں کہ حکومت میرا بدلہ لے لیکن میں یہ بات خود حکومت کے فائدہ کے طور پر کہتا ہوں کہ اسے اپنے اس رویہ میں تبدیلی کرنی چاہئے۔ ہمارے تعلقات اس سے دوستانہ رہے ہیں اور اب بھی ہم رکھنا چاہتے ہیں اس لئے بحیثیت ایک ایسے شخص کے جس نے خدا کی زندہ قدرتوں کا مشاہدہ کیا، جس نے خدا کی مالکیت کا مشاہدہ کیا، اُس کی ملوکیت کا مشاہدہ کیا حکومت کی خیرخواہی کی غرض سے کہتا ہوں کہ حکومتیں تبھی تک قائم رہ سکتی ہیں جب تک اُن کی بنیاد تقویٰ اور **خشیۃ اللّٰہ** پر ہو۔ مذہب اور چیز ہے **خشیۃاللّٰہ** اَور چیز۔ عیسائی، یہودی، سِکھ اور ہندو بھی خدا سے ڈر سکتا ہے۔ حکومت کو بھی چاہئے کہ خدا سے ڈرے کہ اسی میں اس کی کامیابی ہے اور اسے چھوڑنے میں اس کے لئے سراسر ضرر ہے۔ جن افسروں نے جماعت احمدیہ کے وقار کو توڑنے کی کوشش کی اُن کو گرفت کرنی ضروری ہے۔ بے شک حکومت کہتی ہے کہ اس طرح اس کا پرسٹیج (Prestige) قائم نہیں رہ سکتا مگر اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے ایک بالا حکومت کے پرسٹیج کا سوال بھی اب پیدا ہو چکا ہے اور غور طلب امر یہ ہے کہ اگر حکومت کو باوجود اپنے افسروں کے غلطی پر ہونے کے ان کے پرسٹیج کا خیال ہے تو کیا ہمارے خدا کو اپنے خادموں کے پرسٹیج کا باوجود ان کے حق پر ہونے کے خیال نہ ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ ان افسروں نے دیکھ لیا ہے کہ وہ سال بھر کی لگاتار کوشش کے باوجود ہمیں بغاوت کی طرف مائل نہیں کر سکے۔ ہم آج بھی حکومت کے ویسے ہی وفادار ہیں جیسے کہ پہلے تھے اور آئندہ بھی ہم کبھی قانون شکنی نہیں کریں گے مگر معاملہ ہمارے

ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ میں حکومت کے رویہ میں ایک نیک تغیر محسوس تو کرتا ہوں مگر ایسے ہی وقتوں میں انصاف کرنا اور غلطی کا ازالہ کرنا ضروری ہوتا ہے تا خدا کے فضل کا وارث بنا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے حکومت کو ایک رنگ میں تنبیہہ بھی کی ہے جس طرح کہ احرار کو کی ہے۔ مسجد شہید گنج کا جو قصہ ہوا ہے وہ ایک نشان ہے احرار اور حکومت کے لئے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ احرار جو کانگرسی ہیں اور حکومت جس کے فوائد ان کے خلاف ہیں وہ دونوں ایک ہی سوال کے متعلق تشویش میں پڑ جاتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں ابھی یہ سوال دبا نہیں۔

ابھی چند روز ہوئے لاہور میں ایک مسلمان نے ایک سکھ کو ہلاک کر دیا اور بعض ہندوؤں، سکھوں کو زخمی کیا۔ لوگ کہتے ہیں وہ مجنون تھا میں کہتا ہوں اچھا یونہی سہی لیکن اگر دلوں میں منافرت نہیں ہے تو جنون میں اسے یہ خیال کیوں آیا کہ سکھوں اور ہندوؤں کو ہی ماروں؟ اس کا مطلب یہی ہے کہ ہوش کے وقت اُس کے خیالات ہندوؤں، سکھوں کے متعلق ایسے پراگندہ تھے کہ جنون میں بھی یہی خیال قائم رہا۔ اور بھی بعض ایسے حالات موجود ہیں اور پیدا بھی ہو رہے ہیں ہمیں ان حالات میں حکومت سے ہمدردی ہے مگر یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکومت کو تنبیہہ ہے۔ وہ بتانا چاہتا ہے کہ تم میرے نمائندے ہو اس لئے چاہیئے کہ میری طرح انصاف کرو۔ پس یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اُس نے دونوں کو تنبیہہ کی ہے اگر وہ اس سے فائدہ اُٹھا لیں تو بہتر ہے ورنہ خدا کا ہاتھ بہت وسیع ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم نے ان مخالف حالات کو جو ہمارے نقصان کے لئے پیدا ہو رہے تھے بدلنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ہماری قربانیاں کچھ نہیں ہیں اس لئے میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ آئندہ خطبات میں مَیں پھر سکیم کی وضاحت کروں گا اور اسے چاہیئے کہ مزید قربانیوں کے لئے تیار رہے اور اب یہ خیال دل سے نکال دے کہ ہم کسی جگہ ٹھہریں گے۔ تین سال تو پہلا قدم ہے۔ بعض لوگوں نے مجھے کہا ہے کہ اس تحریک کو اَب بند کر دیا جائے کیونکہ چندوں پر بُرا اثر پڑتا ہے لیکن جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ کمزوری دکھانے والا یا ٹھہرنے والا خدا تعالیٰ کی راہ پر چلنے کے قابل نہیں۔ میں نے آج تک کسی کو جا کر نہیں کہا کہ آؤ اور میری بیعت کرو بلکہ میرے سامنے اگر کوئی کسی کو ایسا کہے تو میں اسے روکتا ہوں تا وہی آگے آئے جو خود جان دینے کو تیار ہو۔ اس

لئے مجھے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم نے ہمیں کس مصیبت میں پھنسا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی لکھا ہے کہ میرا رستہ پھولوں کی سیج کا نہیں بلکہ پر خار ہے جو ڈرتا ہے وہ آگے نہ آئے۔ [۳] پس قربانیوں کے مطالبات اب زیادہ ہونگے کم نہیں۔ جو خیال کرتا ہے کہ اب سال ختم ہو گیا یہ بھی ختم ہو جانی چاہئیں، اُس کے اندر ایمان نہیں۔ میرے ساتھ اب وہی چلیں گے جو یہ مستقل ارادہ رکھتے ہوں گے کہ ہم نے اب سانس نہیں لینا اب ہم خدا کے قدموں میں ہی مریں گے اور جان دے دیں گے۔ جب تک عشق کی وہ گولی نہ کھائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچا دے اُس وقت تک کوئی زندگی نہیں۔ جو میرے ساتھ نہیں آتا اُس پر کوئی افسوس نہیں۔ اگر تم سب کے سب بھی مجھے چھوڑ دو تب بھی خدا غیب سے سامان پیدا کر دیگا لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ جو بات خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہی اور جس کا نقشہ اُس نے مجھے سمجھا دیا ہے وہ نہ ہو۔ وہ ضرور ہو کر رہے گا خواہ دوست دشمن سب مجھے چھوڑ جائیں خدا خود آسمان سے اُترے گا اور اِس مکان کی تعمیر کر کے چھوڑے گا۔

(الفضل ۷ رنومبر ۱۹۳۵ء)

---

۱ التوبة ۳۸: تا ۴۲

۲ تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ ۲۴۷ تا ۲۴۹ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۷ء

۳ انوار الاسلام روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳، ۲۴ (مفہومًا)